بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- ۱۴؍ اگست، یوم احتساب
- پاکستان کے بیالیس سالہ سفرِ حیات کی روئیداد
- ایک جائزہ، اور تبصرہ و تجزیہ

مادی ترقی سیاسی اور روحانی زوال

اگست ۸۹ء کو مملکت عزیزہ پاکستان کے ۴۲ برس پورے ہوئے بیالیس سال کے یہ لمحات اہلِ وطن پر گذر گئے مگر ہر لمحہ مایوسی اور امید کی رزم آرائی رہی۔ قوم کا قدم دشت پیما حرکت ہی میں رہا۔ بھلا ہو یا بُرا، سفر جاری ہی رہا، اکثریت کی رائے یہی ہے کہ روحانی اور معنوی اعتبار سے اس سفر کا لمحہ لمحہ عذاب گذرا مگر اس کے پس منظر میں دستِ کار آموز ہمیشہ مصروف ہنرمندی رہ کر اعجاز انگیز رہا ؎

کرلی اس فن میں بھی گلچیں نے مہارت پیدا
سن رہے تھے کہ چمن میں کوئی صیاد نہیں

کچھ لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ بہت سی نامرادیوں کے باوجود مجموعی طور پر یہ سفر برکتوں والا، بارآور اور حوصلہ افزا رہا۔ بیماریوں کے طوفان تھمے، گھروں کے در و بام بدل گئے چٹائیوں اور سرکنڈوں کی دیواریں رفتہ رفتہ پختہ ہوئیں تیل کے چراغ رخصت ہوتے بجلی کے قمقمے جگمگانے لگے۔ رہٹ اور چرخیوں والے کنوئیں ٹیوب ویلوں سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مشینیں انسان کا دست و بازو بنتی چلی جا رہی ہے تعیشات معمولات بن رہے ہیں۔ موچی اور چمار شو ڈیزائنر میکر، بافندے ٹیکسٹائل انجینئرز۔ رنگ ساز ٹیکسٹائل اور فیبرکس پرنٹرز اور ڈیزائنر ہوکر، لوہار اور ترکھان ٹیکنیشن فورمین اور انجینئر بن کر، عطار فارمسیٹ ہو کر، کمہار سرامک ڈیزائنر اور انجینئر بن کر سرفراز و باوقار ہو گئے پسماندہ پیشوں کو نیا وقار مل گیا۔ قصبہ ہو کہ دیہات، شہر ہو کہ مضافات ہر جگہ لوگوں کا ہجوم بڑھ رہا ہے۔ آبادیاں پھیلتی اور گنجان ہوتی جا رہی ہیں۔ زرعی اور صنعتی پیداوار کی مجموعی شرح روز افزوں ہے۔ گرانی میں اگرچہ ہوشربا اضافے ہوئے ہیں مگر آمدنیاں بھی اتنی بڑھ گئی ہیں کہ معیارِ زندگی میں کمی نہیں آئی۔

آج کا منظر بیالیس سال قبل کے یاس انگیز اور وحشت ناک منظر سے بہت مختلف ہے۔ اب کا منظر کامیابیوں کا پتہ دیتا، حوصلہ بڑھاتا اور اہلِ وطن کے عزم و عمل کے چراغوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے ؎

شام ایسی، نہ اب ایسی سحر مانگ رہی ہے
دنیا، نئی دنیا کی خبر مانگ رہی ہے

مگر تصویر کا دوسرا رخ بھی تو ہے۔ معاشی اور مادی ترقی کے ثمرات کی غیر منصفانہ تقسیم، بے انصافی، ظلم و جور، استحصال، بے ایمانی، بدعنوانی اور تشدد کے سلسلے بھی تو روز افزوں ہو رہے ہیں۔ قوم اجتماعی شادکامی کے احساس سے محروم ناآسودہ افسردہ اور غیر مطمئن ہے۔ روئے زمین پر ہم غالباً اپنی نوعیت کی واحد قوم اور ہمارا ملک واحد ملک ہے جس کے ارکان اور جس کے شہریوں کی ایک بڑی تعداد اپنی قوم کو برا کہنے، اور جس کے راہنما اپنے ملک کو توڑ دینے کے نعرے لگاتے اور اپنی آزادی کو باعث ننگ سمجھتے ہیں دشمن کی غلامی کو اپنی آزادی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض نادان تو اپنے آزاد وجود کو غنیم کے وجود میں ضم کر دینے کا سیاسی موقف پیش کرتے ہیں۔ دوسری طرف بیالیس سال میں ہمارے اندر بے خودی اور خود ملامتی کا خطرناک رجحان قوم کا شعار فکر بنتا چلا جا رہا ہے۔ بد قسمتی یہ کہ ہمارے ہاں اس طویل سفر حیات میں اخلاقی، معاشی سیاسی اور قانونی کسی بھی سطح پر عدل دستیاب نہ ہو سکا۔ اس کمزوری اور بہت بڑی کمزوری نے پورے معاشرے میں ظلم زیادتی حق تلفی اور محتاجیت کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ ہر طرف بے ایمانی، بدعنوانی، دھونس، دھاندلی اور جابرانہ استحصال کا دور دورہ ہے۔ جس کا نفسیاتی مظہر، احساس محرومیت، اور خود ملامتی والا شعار فکر اور احساس کہتری کا اظہار ہے۔

اخلاقی سیاسی اور معاشی بحران

اس تمام تر خرابی کی اصل جڑ یہی ہے کہ ہم نے بیالیس سال مسلسل ملک کے نظریاتی اساس کے تحفظ، بقاء، تعمیر اور اس کے تقاضوں کو یکسر پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں اخلاقی نظام میں بحران پیدا ہوا، سیاسی نظام کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ اور معاشی نظام بدترین استحصالی قوتوں کی گرفت میں آ گیا اور بجائے ساغر کے شمشیریں چلنے لگیں ؂

ایسا کسی محفل میں اندھیر نہیں دیکھا
شمشیر تو چل جائے، ساغر نہ چلے ساقی

یہ تینوں نظام ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور ان کا انفرادی استحکام بھی ان کے مجموعی استحکام پر منحصر ہے اچھا اخلاقی نظام مستحکم سیاسی نظاموں کی بنیاد بنتا ہے۔ موثر اور مستحکم سیاسی نظام پسندیدہ اخلاقی اور منصفانہ معاشی نظاموں کے استحکام کی راہ ہموار کرتا ہے اور منصفانہ معاشی نظام مضبوط اخلاقی اور مستحکم سیاسی نظاموں

کی ضمانت بنتا ہے سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظاموں کی تخریب کے بعد قانونی انصاف کا حصول بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔

نظریاتی اساس سے بغاوت، سیاسی نظام کی ابتری اور سیاسی اداروں کی بے وقعتی

ملک کے ۴۲ سالہ سفر میں سیاسی نظام کی ابتری اور خستہ حالی بار بار سیاسی اداروں کی تاراجی کا باعث بنتی رہی اور اب نتیجہ یہ ہے کہ سیاسی عمل اور ریاست کے اساسی نظریے کا باہم کوئی ربط باقی نہیں رہا۔ سیاسی جماعتوں پر سرمایہ داروں، جاگیرداروں، معتبروں، وڈیروں، سرداروں، شہزادوں اور شہزادیوں نے قبضہ کر کے انہیں قبائلی جتھوں کا رنگ دے دیا ہے۔ نظریات، منشور اور قومی لائحہ عمل، انفرادی مقاصد شخصی مفادات اور فردِ واحد سے وفاداریوں کے بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ مماثل نظریات کے کئی کئی سیاسی جماعتیں منظرِ عام پر آگئی ہیں اور فیشن کے طور پر اختیار کئے جانے والے دلکش منشوروں، دلفریب نظریوں اور سحر انگیز نعروں کے باوجود عملی طور پر ان جماعتوں کے رشتے ملک کے نظریاتی اساس سے کٹ گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں ۴۲ سال کے مجموعی عرصے میں بیشتر وقت زمامِ حکومت بیوروکریٹس یا فوج کے ہاتھ میں رہی ہے۔ جب تک سیاسی جماعتوں سے ملک کے نظریاتی اساس کے مخالف اور شخصی مفادات اور مقاصد کے تحت سیاست کرنے والا عنصر خارج نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک حکومت اور اقتدار پہ فوج اور بیوروکریسی کی یلغار کا مؤثر سدباب نہیں کیا جا سکے گا۔

مملکتِ عزیز پاکستان کے قیام اور علیحدہ ریاست کے استحکام کی وجہ جواز بھی یہی تھی کہ انگریزوں کے رخصت ہو جانے کے بعد ہندوستان میں جو سیکولر جمہوری نظام آنے والا تھا اس میں مسلمانوں کے لئے اپنا دینی تشخص اور ثقافتی وجود برقرار رکھنا اور اپنے نظامِ حیات کو اپنے عقائد پر استوار کرنا ممکن ہو سکے۔ مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں وہ قانون اور دستور ہوگا جو اللہ کے رسول ﷺ کے لائی ہوئی شریعت کے تابع ہوگا۔ گویا پاکستان میں کوئی حکمران یا قانون ساز ادارہ قانون سازی میں سیکولر ممالک کے حکمرانوں اور قانون ساز اداروں کی طرح مطلق العنان اور خود مختار نہیں ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ جب لیاقت علی خان مرحوم کے چار سالہ دورِ وزارتِ عظمیٰ میں ملک کا پہلا اسلامی دستور نہ بن سکا تو دستور ساز اسمبلی جو ملک کا سب سے اہم سیاسی ادارہ تھا مسلمانوں کی نظر میں بے وقعت اور بے اختیار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ کی ساکھ بھی ختم ہو گئی۔ اسی روز سے مسلم لیگ کے زوال و انحطاط کا آغاز ہوا جو بعد کے سالوں میں بھی نہ رک سکا۔ یہ انحطاط ریاست کے سیاسی نظریئے سے ملک کی بڑی اور بانی سیاسی

جماعت کے انحراف و فرار کا منطقی اور فطری نتیجہ تھا۔ اسی بداعمالی کا نتیجہ تھا جو سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ
خان اور بھٹو صاحب کی سول مارشل لاء کی صورت میں قوم کو بھگتنا پڑا۔ حتیٰ کہ جب مسٹر بھٹو نے دستوری
جمہوریت کا آغاز کیا تو اس بار بھی پارلیمنٹ کو عملاً سیکولر مطلق العنانیت کا توثیقی ادارہ بنا دیا گیا جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ اور پیپلز پارٹی جیسے نئے سیاسی ادارے پھر سے عامۃ المسلمین کی نظر میں اپنا
اعتبار کھو بیٹھے اور ان کی ساکھ جاتی رہی۔

تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک نفاذ شریعت

پھر بالآخر تحریک نظام مصطفیٰ نے ان دونوں کی بساط لپیٹ دی۔ نظام مصطفیٰ کا نعرہ اس عہد کی تجدید
تھا کہ پاکستان کا وجود صرف اسلام سے وابستگی ہی پر منحصر ہے۔" ریس صدر ضیاء الحق مرحوم برسر اقتدار آئے
تو علماء کی کوششوں اور مسلسل مساعی سے ملکی نظام کا سمت قبلہ درست ہوا۔ بہت کمزور سہی ہزار خامیوں
کے باوصف اسلامائیزیشن کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ حدود آرڈی ننس، قصاص آرڈی ننس، امتناع قادیانیت
آرڈی ننس، زکوٰۃ آرڈی ننس، وفاقی شرعی عدالت کا قیام اور آخر میں شریعت آرڈی ننس ایسے اقدامات ہیں
جس کا دشمن کو بھی انکار نہیں۔

۸۵ء کے الیکشن میں ایک بار پھر مسلم لیگ کو اقتدار کا موقع ملا۔ ایک منظم نظریاتی سیاسی جماعت کے
بجائے شخصی اقتدار کا تاثر تقویت پذیر رہا۔ اس دور کے آغاز میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل
مولانا سمیع الحق نے ایوان بالا سینیٹ میں نظام شریعت کا ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے پیش
کیا جو ریاست کے اساسی نظریے سے وابستگی کے عہد کی تجدید اور عملی پیش رفت کا بہترین موقع تھا مگر
بدقسمتی سے حکمرانوں کی چشم عبرت وا نہ ہوئی۔ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی اور دیگر لادین قوتوں کی
طرح حکمرانوں نے بھی محاذ آرائی شروع کر دی اور یہ واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ حکمران ٹولہ اپنے لیاقت علی
والے دور کی کوتاہیوں کو ایک بار پھر دہرانا چاہتا ہے۔ شریعت بل کے ساتھ جو کچھ کیا گیا حکومت سمیت ایم آر
ڈی کی تمام سیاسی جماعتوں کا جو رویہ رہا اس سے عامۃ المسلمین کی نظر میں ایک بار پھر سینیٹ، قومی اسمبلی
اور سیاسی جماعتوں جیسے اہم اداروں کی افادیت اور ملک کے اساسی نظریے سے تین کلیدی اداروں کی وفاداری
اور وابستگی مشکوک ہو گئی۔

اور اب ۸۹ء کا الیکشن ہوا نام نہاد جمہوری اعتبار سے جو فیصلہ ہوا اس سے پوری قوم کے سر شرم سے
جھک گئے اور پاکستان ہی نہیں اسلام کی تاریخ میں پہلی بار شرمندگی اور رسوائی کا سیاہ ترین باب قائم ہوا

اگر جمہوریت اسی کا نام ہے تو قوم اس پر ہزار بار نفریں بھیجتی ہے ؎

روشنی کی دھوم ہے لیکن اندھیرا عام ہے

صبح بھی ایسی نظر آتی ہے گویا شام ہے

علمار حق کا کردار اور دعوت وعزیمت کا تسلسل

اب گاڑی کدھر جا رہی ہے؟ سمت قبلہ کیا ہے؟ نتائج کیا ہوں گے؟ قوم اور زعمائے قوم کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ الحق کے صفحات میں بار ہا احقاق حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کا یہ فریضہ بحمداللہ ادا کیا جاتا رہا عملی طور پر بھی بحمداللہ مدیر الحق اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اور اس کی نظامت علیا کی ذمہ داریاں اٹھا کر حتی الوسع اسلامی انقلاب کے برپا کرنے میں کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیا۔

سیاسی اعتبار سے اسلامی جمہوری اتحاد کی سیاسی پارٹیوں مسلم لیگ سمیت تمام جماعتوں کے زعماء کو "شریعت بل" کی بھرپور حمایت، تعاون اور عملاً نفاذ اور غلبۂ شریعت کے معاہدے پر دستخط کر دینے پر مجبور کر دیا ہے اب قوم دیکھنا یہ چاہتی ہے کہ ایک مرتبہ پھر آزمائش اور امتحان کا مرحلہ سیاسی رہنماؤں کا نفاذ شریعت کے عمل میں تعاون کا آ گیا ہے۔ دیکھیے! وہ اس میں کس قدر پورا اترتے ہیں۔ خدا کرے کہ اب کی بار وہ قوم کو مایوس کرنے کے بجائے عملی اعتبار سے واقعۃً بھی نفاذ شریعت کے معاملہ میں بھرپور جدوجہد کر سکیں ؎

علاج تشنگی لاؤ کھلونے کیا سجاتے ہو

سبو سے، جام سے، شیشے سے پیمانے سے کیا ہوگا

مفاد پرستوں کے ایک طبقے اور استحصالی نظام کی جکڑ بندی

بہر حال ۴۲ برسوں میں مجموعی طور پر مادی اعتبار سے ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر پیش رفت کے باوجود ملک گیر بے اطمینانی کا ایک سبب ملک کا وہ کرپٹ معاشی نظام ہے جس میں قومی خوشحالی کی منصفانہ تقسیم عمل میں نہیں آ رہی۔ سیاسی جماعتوں اور کلیدی سیاسی ریاستی اداروں (قومی اسمبلی اور سینٹ) پر قابض وڈیروں، جاگیرداروں مخدوموں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کا ایک طبقہ ہے جو ہر طرف سے اقتدار کو دبوچے ہوئے ہے اور اپنے سیاسی اقتدار کے بل پر معاشی نظام کی منفعتوں پر اپنا اجارہ قائم کئے ہوئے ہے۔ سفارش، رشوت، دھونس اور دھاندلی کا ایسا استبدادی اور استحصالی نظام ہے جس کے جال میں اس ملک کے تمام وسائل کو جکڑ رکھا ہے مراعات اور منفعتوں کا سارا بہاؤ ایک مخصوص طبقہ کی طرف ہے۔

تحریک انقلاب اسلامی اور محتاط لائحہ عمل

ایسے حالات میں متحدہ علماء کونسل، دینی سیاسی جماعتوں اور اسلامی جمہوری اتحاد کی مرکزی قیادت کو بڑے حزم و احتیاط اور سنجیدگی سے سیاسی لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ کہ سوشلزم اور کمیونزم کی مخالفت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ملک میں مغرب کے ساہوکارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ مل جائے بلکہ سیاسی اور خالص اسلامی انقلابی قیادت کا یہ یقین ہونا چاہئے کہ جب تک ملک سے استحصالی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر نہیں پھینکا جائے گا اس وقت تک ملکی اساسی نظریات سے وابستہ اور دینی عقائد اور مسلمات پہ کاربند جماعتوں کو آزادی عمل نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہمارے سیاسی، اخلاقی اور معاشی نظاموں کے انحطاط کا بنیادی سبب بھی یہی ہے کہ تینوں کا رشتۂ وفا دین سے کٹ گیا ہے۔ ہمارا معاشی نظام سرمایہ دارانہ نظام کی آغوش معصیت میں پناہ گزین ہے سیاسی نظام لبرل ازم کے راستے سیکولرازم کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے اور اخلاقی نظام کے تحت سیکولر اخلاقیات کے تغیر پذیر اقدار اپنانے کی کوشش ہو رہی ہے اس صورت حال نے پورے ملک میں مایوسی اور بے اطمینانی پیدا کر دی ہے اور احساس محرومیت بڑھ رہا ہے ؎

اپنی ہی بستی میں ہم سے اپنی ہی بستی کے لوگ
پوچھتے ہیں کون سی بستی کے ہو؟ کیا نام ہے؟

حوصلہ افزا پہلو اور امید کی کرن

مگر تجزیہ کا ایک پہلو حوصلہ افزا اور امید کا بھی ہے کہ پاکستان مملکت خداداد ہے اور اس میں علماء حق کی ایک جماعت ہمیشہ علم اسلام کی سربلندی اور نفاذ شریعت کا کام کرتی رہی ہے اور اب بھی جمہوری فضا اور جمہوری ماحول کے باوصف اسلامی اقدار کے فروغ اور اعلانِ حق کا مشن جاری رکھے ہوئے ہے متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اس کے جہادِ انقلاب اسلامی کا پہلا مرحلہ ہے اور شاید اسی وجہ سے ہماری بہت سی کوتاہیوں اور ۴۲ برسوں میں بہت سی نامرادیوں کے باوجود اس نے کامیابی کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں۔

یہ سب نصرت خداوندی کا اعجاز اور اعمال کی تکمیل اور ایفائے عہد کے لئے مہلت اور ڈھیل ہے یہ مملکت خداداد ہے اس کا محافظ اور نگران بھی خدا تعالیٰ ہے۔ جو لوگ چند مہینوں میں اس کے نابود ہونے کے دعویدار تھے ان کی چتاؤں کی راکھ بھی ٹھنڈی ہوگئی اور الحمدللہ کہ یہ ملک قائم ہے جو اس ملک کے توڑنے کے نعرے دے رہے تھے وہ چل بسے ہیں، کچھ قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ یا رخت سفر باندھ رہے ہیں یا پھر نامراد و خوار ہیں ان کی تمام تر بد خواہیوں کے باوجود انشاء اللہ پاکستان قائم رہے گا اور خدا کرے کہ تحریک انقلاب اسلامی

جلد مؤثر اور فعّال کردار ادا کر سکے۔ قومی رہنماؤں کی آنکھیں کھلیں اور انہیں ضمیر جھنجوڑے تو انقلاب کی یہ منزل بھی دور نہیں جب لن یفلح قوم ولّوا امرھم امرأۃ (وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے عورتوں کو امور مملکت سپرد کر دئے) کی صورت میں قوم سے عدم فلاح کی نحوستیں اور ظلمتیں بھی کافور ہو جائیں گی۔ اگر نبوی ارشاد اور زندہ ضمیر کی یہ آواز "اذا کان امورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا۔ (جب تمہارے مملکت عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو تمہارے لئے زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے) مردان کار کو ستائی دے اور غیرت و حمیت کی کوئی ادنیٰ رمق اور انسانیت کی کوئی ادنیٰ ٹیس باقی ہو اور یہ جذبہ ہو ؎

آرام کہاں اہل وفا کو کسی کروٹ
اک آگ ہے سینے میں جو دن رات لگے ہے

تو ان شاء اللہ تمام اندھیرے اجالوں سے بدل جائیں گے۔ ناامیدی اور مایوسی کا دور لد گیا ہے عوام کے سیاسی رویے میں ٹھہراؤ آ گیا ہے سب سوچ رہے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے اور کیا کر بیٹھے ہیں؟

ہر ایک جھونکا لہو لہو

یہ ساری تباہیاں اس نئے سیاسی انقلاب ہی کی تو ہیں منفی سیاست، تخریب کاری، شرفا کی پگڑیاں اچھالنا انتقامی کارروائی، علماء کی توہین، عریانی اور بے حیائی کا فروغ، بے پردگی، سیاسی کردارکشی، اخلاقی اقدار اور شرعی قوانین کی تضحیک، قرآن و حدیث سے تمسخر، عورتوں کے ہاتھ میں قومی قیادت، نامحرموں سے اختلاط اور مصافحے، صوبوں اور مرکز میں باہمی چپقلش، یہودی مشن کی حمایت، وزیراعظم کا جہاد افغانستان کو خانہ جنگی قرار دینا، مرزائی اقلیت کا کلیدی عہدوں پر تقرر، ۲ فیصد شیعہ اقلیت کی سرپرستی، سرکاری سرپرستی اور بھرپور تعاون کے پیش نظر ۲۵ جولائی کو جناح پارک پشاور میں شیعہ سیاسی قوت کا مظاہرہ، ہندوؤں سے دوستی اور محبت، کمرتوڑ مہنگائی، کراچی کی ناگفتہ بہ حالت زار، طوفانی بارشیں۔ بدامنی قتل و غارت گری۔ غرض کونسا فتنہ ہے جو اس فتنہ گر کے عہد میں پروان نہیں چڑھ رہا ؎

یہ کہاں سے آئی ہے سرخ رو، ہے ہر ایک جھونکا لہو لہو
کٹی جس میں گردن آرزو، یہ اسی چمن کی ہوا ہے کیا

راجیو گاندھی کے دورہ پاکستان کا پُراسرار پس منظر

اور اب راجیو گاندھی کا بغیر کسی طے شدہ اعلامیے اور باضابطہ ایجنڈے کے دورۂ پاکستان، اس سے قبل

پیرس میں وزیراعظم پاکستان سے ملاقات اور مسئلہ افغانستان پر گفتگو، پھر ماسکو حاضری اور وہاں کے آقایان ولی نعمت سے ملاقات و مذاکرات کے بعد پھر یہاں آنا اور مذاکرات کا ڈرامہ رچانا، کسی اہم اور پُراسرار پس منظر کی نشاندہی کر رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ بیرونی اسلام دشمن لابیاں اور بڑی طاقتیں اپنے بڑے ایجنٹوں کے ذریعہ پاکستان میں سیاسی کردار کی نئی کٹھ پتلی حکومت کو تھپکی، شاباش اور اس کے شانوں پر دست شفقت رکھ کر کھ کراپنی انگلیوں پر نچانے اور فحاشی اور لادینیت کو اٹھانے اور دینی اقدار کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ پاکستان کو آزاد اسلامی ریاست کے بجائے سیکولر ریاست، یہاں کی زبان، تہذیب، معاشرت، اسلامی قوانین، حدود، حیا و حجاب اور اخلاقی اقدار کی تاراجی، افغانستان کی فتح کو شکست میں تبدیل کرنے، پاکستان کی سالمیت کو ختم کرنے، توانائی کے منصوبوں کو ناکام کرنے، عورتوں کے ناچنے تھرکنے اور بے پردگی کی بھرپور حوصلہ افزائی کرنے کی ہر ممکن صورتیں ترویج دینے میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس سب کچھ میں اہل اسلام کے لئے غیرت کے تازیانے بھی ہیں اور عبرت کے سامان بھی۔ صرف جمہور مسلمان اور اہل حمیت پاکستانی ہی نہیں، ملت کا ہر فرد یہ دیکھتا اور تڑپ تڑپ کر اسلامی انقلاب کی کامیابی کی دعائیں کرتا ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

بہرحال اب اسلامیان پاکستان صحیح بات سننے اور اسلامی انقلاب کی راہ چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اس گئے گذرے دور میں بھی بحمداللہ اہل اسلام میں محبت کی چنگاریاں، قبول حق کی صلاحیتیں اور سلامت روی کا مادہ موجود ہے۔ اگر نفاذ شریعت اور انقلاب اسلامی کے داعیین بے لوث و بے غرض ہوں خود آگاہ او خدا ترس ہوں۔ ملک و ملت کے سچے خادم اور سیاسی اغراض و ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اس ملک کے سیدھے سادے خاموش مگر گرم جوش عوام سے براہ راست رابطہ قائم کریں ان کے دماغ سے زیادہ ان کے دل اور ضمیر کو خطاب کریں تو وہ کیسے پروانوں کی طرح شمع انقلاب پر ٹوٹ ٹوٹ کر پڑتے ہیں ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اب نہ تو وہ سیاست دانوں اور مفاد پرستوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آتے ہیں اور نہ خوشنما اور دلفریب نعروں سے بہکتے ہیں۔ خدا کرے کہ عوامی دباؤ مؤثر ہو تو قومی رہنما اور سیاست دان بھی اعتدال کی راہ پر آجاتے ہیں تاہم اس نئے دور کی سینکڑوں ضلالتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ علاقائی نفرتوں پر مبنی پُرتشدد و خانہ جنگی والی سیاست کے ایک نئے اور خطرناک رجحان نے سر اٹھایا ہے جسے بدقسمتی سے سرکاری حلقوں سے بھرپور سرپرستی مل رہی ہے۔ اگر قوم نے بیدار مغزی اور دینی و سیاسی شعور کا ثبوت دیا تو توقع ہے کہ پُرتشدد سیاست کا یہ

خطرناک رجحان خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اور محرکین و مفسدین کو بھی لے ڈوبے گا۔

۱۴ر اگست، یوم احتساب

یہ ساری باتیں اپنی جگہ درست ہیں تاہم مملکت عزیز کے ۴۲ سال پورے ہونے پر کیا ذمہ داران قوم، رہنمایان ملت، دینی زعماء، عامۃ المسلمین اور علماء آخرت کے احساس جواب دہی، اور اپنے فریضہ منصبی کے پیش نظر احساس مسئولیت کی بنا پر چند لمحے اپنے اور قومی احتساب اور ایک جائزے و تجزیے کے لئے بھی وقف کر دیں گے؟

ہماری بد قسمتی ہے کہ جس دینی جوش و خروش اور غیرت و حمیت کے ساتھ پاکستان حاصل کیا گیا تھا وہ یہاں مسلسل فرسودہ نظام کی نحوستوں سے بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ مشترک اجتماعی مقاصد کی جگہ انفرادی خودغرضیوں نے لے لی۔ قومی اور اجتماعی شعور فنا ہو گیا۔ قومی بہبود کی کوششوں کی جگہ اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ دینی غیرت و حمیت بھی، عام بے حسی سے بدلنے لگی۔ اخلاق و اعمال پر اسلام کی گرفت ڈھیلی ہوتی چلی گئی مغربیت عریانی اور فحاشی کا سیلاب آمڈ آیا ہے جھوٹ، سودخوری، کساد بازاری اور دھوکہ بازی عام ہو گئی۔ رشوت ستانی، سفارشیں اور کام چوری کا بازار گرم ہے۔ جرائم کی تعداد روز افزوں اور نفس پرستی زندگی کا منتہائے مقصود بن گئی ہے۔

آج فکر و احتساب کا دن ہے اسی لئے پاکستان بنایا تھا کہ ہمارے دامن میں دین و اخلاق کی جو رہی سہی پونجی ہے اسے بھی لٹا دیں؟ کیا آزادی کا یہ مطلب تھا کہ قوم اسلام اور عقل سلیم کی ہر پابندی سے آزاد ہو جائے؟ اگر یہ مقصد نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ نہیں تھا۔ تو آخر کونسا وقت آئے گا؟ جب ہم ان تمام کوتاہیوں کی تلافی کر کے اس ملک کو ان حسین خوابوں کی تعبیر بنا سکیں گے جو قیام پاکستان کے وقت دیکھے گئے تھے۔

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمے آید سواراں را چہ شد

عبدالقیوم حقانی

دفاع امام ابوحنیفہؒ

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات ۳۶۰۔ قیمت مجلد ۵۷/، غیر مجلد ۴۵/

جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، دلچسپ واقعات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت، تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین — دارالعلوم حقانیہ — اکوڑہ خٹک — پشاور